21اپریل1961

از عدالت الاعظمیٰ

# گورکھا رام اور دیگران

# بنام

# کسٹوڈین جنرل آف انڈیا، دہلی

(کے سبا راو، رگھوبر دیال اور جے آر مدھولکر، جسٹسز)

متروکہ املاک ۔مسلم غیر مالک کا پاکستان ہجرت کرنا۔گاؤں کا رہائشی مکان، اگر متولی کے ماتحت ہو تو۔ ایڈمنسٹریشن آف ایویکیو پراپرٹی ایکٹ، 1950( 31 آف 1950)، دفعہ 18(1)۔ گاؤں واجب العرض۔

گاؤں بلند، تحصیل اور ضلع روہتک کے واجب العرض درج ذیل ہیں:

''کوئی بھی غیر مالک جائیداد کے مالک کی رضامندی کے بغیر گاؤں میں آباد نہیں ہوسکتا یا گھر نہیں بنا سکتا۔جب بھی کوئی آباد ہوتا ہے تو وہ اس کے مالک سے زمین یا مکان حاصل کرتا ہے اور وہ جب تک چاہے وہاں رہ سکتا ہے۔جب بھی وہ گاؤں چھوڑتے ہیں، اگر وہ گھر شاملات کا ہے ......یہ مالک کے قبضے میں آتا ہے.......... غیر مالکان کے گھروں کے بارے میں...... کوئی نہیں ہے۔مالکان کی رضامندی کے بغیر رہائشی مکانات کو فروخت کرنے یا گروی رکھنے، مواد کو ہٹانے یا پکے ہوئے اینٹوں کا گھر تعمیر کرنے کا روایتی حق ہے.........اگر کوئی شخص وراثت کے بغیر فوت ہو جاتا ہے تو اس کا گھر اس جائداد کے مالک کے قبضے میں واپس آجاتا ہے جس میں وہ واقع ہے"۔اور اس کا ذکر گاؤں میں آباد غیر مالکوں کی ایک قسم کے طور پر کیا ہے۔ایک ایف، جو اس طبقے سے تعلق رکھنے والا ایک مسلمان تھا، ہجرت کر کے پاکستان آگیا۔ درخواست

گزار، جو مالک تھے، نے ان کے گھر پر قبضہ کر لیا۔ متروکہ املاک کے متولی نے اسے متروکہ املاک قرار دیا۔ درخواست گزاروں کے اعتراض کو آخر کار متولی جنرل نے مسترد کر دیا جس نے کہا کہ یہ مکان متروکہ املاک ہے اور متولی کے پاس ہے، ہائی کورٹ نے آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت درخواست گزاروں کی درخواست مسترد کرتے ہوئے کہا کہ گاؤں کی جگہ پر قبضہ کرنے کا غیر مالک کا حق جائیداد میں ایک حق ہے اور جب غیر مالک متروکہ بن جاتا ہے تو متولی کو تفویض کیا جاتا ہے۔ اس عدالت میں درخواست گزاروں نے واجب الادا پر انحصار کیا جبکہ مدعا علیہان کی جانب سے ایڈمنسٹریشن آف ایویکیو پراپرٹی ایکٹ کی دفعہ 18 پر انحصار کیا گیا۔

ایڈمنسٹریشن آف ایویکیو پراپرٹی ایکٹ 1950 کی دفعہ 18(1) میں کرایہ داروں پر غور کیا گیا ہے، چاہے وہ ایک مخصوص وقت کے لئے کرایہ دار ہوں یا کرایہ دار اور اس کا اطلاق صرف کرایہ دار کے قبضے کے حقوق پر ہوتا ہے۔ تاہم واجب الارض کے تحت کسی غیر مالک کو اس کے زیر قبضہ جگہ پر ایسا کوئی حق حاصل نہیں ہوسکتا جو اسے اس کا کرایہ دار بنا دے۔

لہٰذا اس ایکٹ کی دفعہ 18(1) پر کوئی اطلاق نہیں ہوا اور زیر بحث مکان واجب العرض کے تحت مالکان کو واپس کر دیا گیا جب غیر مالک گاؤں چھوڑ کر پاکستان ہجرت کر گیا۔ لہٰذا یہ متولی کے ماتحت نہیں ہوسکتا تھا۔

یہ کہنا درست نہیں تھا کہ واجب العرض کے تحت گھر میں ایف کی دلچسپی ایک کرایہ دار کی تھی۔

ایسوسی ایٹڈ ہوٹلز آف انڈیا بنام آر این کپور، (1960) 1 ایس سی آر 368، نا قابل اطلاق تھا۔

دیوانی اپیلیٹ کا دائرہ اختیار: 1958 کی دیوانی اپیل نمبر 340۔

پنجاب ہائی کورٹ کے 3 جولائی 1953 کے فیصلے اور حکم نامے سے خصوصی اجازت کے ذریعے 1952 کی سول رٹ درخواست نمبر 256 میں اپیل کی گئی۔

درخواست گزاروں کی طرف سے جوالا پرشاد چوپڑا اور جے کے ہیرانندانی۔

نانک چند، آر ایچ ڈھیبر اور ٹی ایم سین۔ جواب دہندگان نمبر 1 سے 3 تک کے لئے۔

21 اپریل 1961ء کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

جسٹس رگھوبر دیال نے خصوصی اجازت کے ذریعے یہ اپیل پنجاب ہائی کورٹ کے اس حکم کے خلاف ہے جس میں آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت درخواست گزاروں کی درخواست مسترد کردی گئی تھی جس میں متولی جنرل کے 17 جون 1952 کے احکامات کو کالعدم قرار دینے کی درخواست کی گئی تھی۔

درخواست گزار اور جواب دہندگان نمبر 4 اور 5 گاؤں بالند تحصیل اور ضلع روہتک کے رہنے والے ہیں، اور اس گاؤں کے مالکان کی باڈی کے ممبر ہیں۔ بالنڈ گاؤں تین جاگیروں میں تقسیم ہے۔ مقدمہ میں پلاٹ 'برسن' کے نام سے مشہور جاگیر میں ہے۔ ایک فقیرا، جو ایک مراقبہ والا اور ایک نان مالک تھا، نے پلاٹ پر اپنا گھر دعوے کے طور پر رکھا ہوا تھا۔ جنوری 1950ء میں متروکہ املاک کے متولی نے انتظامیہ متروکہ املاک آرڈیننس نمبر 1949 کی دفعہ 7 کے تحت ایک نوٹس جاری کیا جس میں کہا گیا تھا کہ درخواست گزار فقیرہ کے گھر پر غیر مجاز قبضے میں ہیں اور وہ یا تو گھر خالی کر دیں یا اس کے برعکس وجہ بتائیں۔ درخواست گزاروں نے نوٹس پر اپنے اعتراضات دائر کیے۔ متروکہ وقف املاک کے نائب متولی نے 3 ستمبر 1950 کے اپنے حکم کے ذریعے درخواست گزاروں کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کو مسترد کر دیا اور گھر کو 'متروکہ املاک' قرار دیا۔ ڈپٹی متولی نے یہ حکم ریونیو اسسٹنٹ (بحالی) کے ذریعے کی گئی انکوائری کے بعد جاری کیا۔ درخواست گزاروں نے متروکہ وقف املاک کے ایڈیشنل متولی سے اپیل کی، جس نے اس بات کا پتہ لگانے کے لئے مزید تحقیقات کرائی کہ آیا ممتاز ولد فقیرہ تقسیم ہند کے نتیجے میں مسلمانوں کی نقل مکانی کی تاریخ تک گھر پر قابض تھا یا نہیں۔ اس تفتیش سے پتہ چلا کہ ممتاز بلینڈ گاؤں میں رہتے تھے اور جولائی 1947 میں ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا تھا۔ لہذا ایڈیشنل متولی نے رپورٹ اور نائب متولی کے حکم سے اتفاق کیا کہ مقدمہ میں جائیداد متروکہ وقف املاک تھی۔ اس کے بعد درخواست گزاروں نے متولی جنرل کے سامنے نظر ثانی کی درخواست دائر کی۔ اسے 17 جون 1952 کو برخاست کر دیا گیا۔ متولی جنرل نے مشاہدہ کیا کہ یہ ثابت کرنے کے لئے کافی سے زیادہ ثبوت موجود ہیں کہ ممتاز جولائی 1947 تک تنازعہ میں گھر پر قابض رہے۔

اس کے بعد، اپیل کنندگان نے ہائی کورٹ میں ایک عملداری درخواست دائر کی جس میں ڈپٹی کسٹوڈین کے حکم کی قانونی حیثیت کو اس بنیاد پر چیلنج کیا گیا کہ ڈپٹی کسٹوڈین نے انہیں کیس سے ملنے کا کوئی نوٹس یا موقع نہیں دیا اور یہ کہ کسٹوڈین کا اس معاملے میں کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا۔ واجب الارض کی دفعات کا نظریہ جس کے مطابق غیر مالک کا گھر، اس کے گاؤں چھوڑنے پر، ملکیتی ادارے میں شامل ہو جاتا ہے۔

درخواست کی سماعت کرنے والے ماہر سنگل جج نے موقف اختیار کیا کہ متروکہ املاک ایکٹ 1950 (1950 کے ایکٹ XXXI) کی انتظامیہ کی دفعات کی پوری طرح تعمیل کی گئی ہے اور اس سوال کا حوالہ دیا کہ آیا اس جگہ پر کسی غیر ملکیتی شخص نے قبضہ کیا ہے یا نہیں۔ کسٹوڈین میں قابض کے ترک کرنے کے بعد، ایک بڑے بنچ کے سامنے اس کی رائے کے مطابق جوتی پرشاد بمقابلہ بھوانی لال میں ایک اور سنگل جج کے فیصلے پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد ڈویژن بنچ نے اس سوال کا فیصلہ کیا اور کہا کہ گاؤں کی جگہ پر قبضہ کرنے کا غیر مالک کا حق جائیداد میں ایک حق ہے، حالانکہ یہ جائیداد میں دلچسپی نہیں ہوسکتی ہے اور یہ حق کسٹوڈین کو دیا جاتا ہے اگر غیر مالک چھوڑ دیتا ہے۔ ملک اور ایک انخلاء بن گیا۔ اس کے مطابق رٹ پٹیشن کو خارج کر دیا گیا اور اس حکم کے خلاف یہ اپیل دائر کی گئی ہے۔

اس معاملے میں فیصلہ کرنے کا واحد سوال یہ ہے کہ کیا فقیرہ کو جائیداد میں کوئی ایسا حق حاصل تھا جو فقیرہ یا اس کے بیٹے ممتاز کو متروکہ قرار دے سکے۔ درخواست گزاروں کا معاملہ یہ ہے کہ فقیرہ کے پاس ایسا کوئی حق نہیں تھا جو وظیفہ کی شرائط اور لائسنس یافتہ ہونے کی وجہ سے متولی کے پاس ہو سکے۔ جواب دہندگان اس دلیل کی تردید کے لئے ایڈمنسٹریشن آف متروکہ املاک ایکٹ کی دفعہ 18 پر انحصار کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ایکٹ کی دفعہ 18 کے دائرہ کار کا تعین کیا جائے۔

دفعہ 18، جیسا کہ اصل میں نافذ کیا گیا تھا، کی جگہ 1953 کے ایکٹ XI کی دفعہ 8 نے لے لی تھی، جس میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ متبادل دفعہ کو ہمیشہ اصل دفعہ کے متبادل کے طور پر سمجھا جائے گا۔ لہٰذا موجودہ دفعہ کو اس ایکٹ کے آغاز سے موجود دفعہ سمجھا جانا چاہیے۔ دفعہ 18 کی ذیلی دفعہ (1) یہ ہے:

(1) اگر کسی زمین یا کسی گھر یا دوسری عمارت میں نقل مکانی کرنے والے کے حقوق قبضے کے حقوق پر مشتمل ہوں یا اس پر قبضہ کرنے کے حقوق شامل ہوں، تو کسی بھی قانون میں یا کسی قانون کی طاقت رکھنے والے کسی آلے یا کسی عدالت کے حکم میں موجود کوئی بھی چیز اس کے معنی کے اندر کرایہ دار کے متروکہ ہونے پر اس طرح کے کسی بھی حق کو ختم یا ختم نہیں کرے گی۔ ایکٹ یا اس کے بعد کسی بھی وقت تاکہ اس ایکٹ کی شق کے تحت اس طرح کے حقوق کو متولی کو تفویض کرنے سے روکا جاسکے یا متولی کو اس طرح کے کسی بھی حقوق کے سلسلے میں اس ایکٹ کے ذریعہ تفویض کردہ تمام یا کسی بھی اختیارات کا استعمال کرنے سے روکا جاسکے، اور اس طرح کے کسی بھی قانون میں کچھ بھی موجود ہونے کے باوجود، معاہدہ، دستاویز، فرمان یا حکم، کسی بھی زمین یا مکان یا دیگر عمارت کے کسی خاص وقت کے لئے کرایہ دار یا کرایہ دار کے طور پر نہ تو نقل مکانی کرنے والا اور نہ ہی متولی، چاہے وہ ماہانہ یا کسی اور صورت میں کرایہ دار کے طور پر ہو کسی بھی زمین یا گھر یا دیگر عمارت سے باہر

نکالے جانے کا ذمہ دار ہوگا یا کسی بھی بنیاد پر اتنا ذمہ دار سمجھا جائے گا۔

(اے) بے دخل ہونے کے بعد یا اس کے بے گھر ہونے کی تاریخ سے ٹھیک پہلے ایک سال کی مدت کے اندر اس کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ یا (بی) نگہبان۔"

ایکٹ میں اظہار 'قبضے کے حقوق' کی تعریف نہیں کی گئی ہے۔ یہ قبضے کے حقوق ہیں جو کسی دوسرے قانون میں یا قانون کی قوت رکھنے والے کسی بھی دستاویز میں یا عدالت کے کسی حکم کے خلاف دفعات کے باوجود ختم نہیں ہوتے ہیں۔ وہ موقع جب وہ نہیں مٹایا جائے گا جب ایک کرایہ دار ایکٹ کے معنی کے اندر، یا اس کے بعد 'خالی' بن جائے گا۔ یہ مندرجہ ذیل ہے کہ دفعہ 18 کے ذیلی دفعہ (1) نے ان قبضے کے حقوق کو ختم نہ کرنے کے لئے فراہم کی ہے جو کرایہ دار کے خالی ہونے پر ختم ہو چکے ہوتے اور اس وجہ سے ایسے حقوق رکھنے والا شخص کرایہ دار ہونا ضروری ہے۔ اگر وہ کرایہ دار نہیں ہے، تو دفعہ 18 کی ذیلی دفعہ (1) کے ذریعے اس کی دفعات کے اطلاق کے لیے غور کیا گیا موقع پیدا نہیں ہوتا۔ اس ذیلی دفعہ کے آخری حصے سے یہ مزید واضح ہوتا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کسی بھی قانون وغیرہ میں موجود کسی بھی چیز کے باوجود، نہ ہی خالی کرنے والا اور نہ ہی رکھوالا، خواہ وہ ایک مقیم کرایہ دار کے طور پر ہو یا کسی خاص وقت کے لیے کرایہ دار کے طور پر، ذمہ دار ہوگا۔ نکال دیا جائے یا سمجھا جائے کہ کسی بھی بنیاد پر کسی بھی ڈیفالٹ کے لیے اتنا ذمہ دار بن گیا ہے۔ یہ آخری حصہ یہ بھی واضح کرتا ہے کہ سیکشن کے ذریعے جن افراد پر غور کیا گیا ہے وہ کرایہ دار ہیں، خواہ ایک مخصوص وقت کے لیے کرایہ دار ہوں یا کرایہ دار۔ لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ دفعہ 18 کی دفعات کرایہ دار کے قبضے کے حقوق پر لاگو ہوتی ہیں۔

اگلا سوال یہ ہے کہ کیا فقیرہ اس گھر کا کرایہ دار تھا۔ واضح رہے کہ فقیرہ جو دعوی میں گھر میں رہائش پذیر تھیں، اس کا کرایہ دار نہیں تھا۔ اس نے اس جگہ پر قبضہ کر لیا اور شاید مالکان سے ضروری اجازت حاصل کرنے پر خود گھر تعمیر کیا۔

جہاں تک غیر مالکان کا تعلق ہے تو گاؤں کے واجب العرض میں کہا گیا ہے:

"کوئی بھی غیر مالک جائیداد کے مالک کی رضامندی کے بغیر گاؤں میں آباد نہیں ہو سکتا یا گھر نہیں بنا سکتا۔ جب بھی کوئی آباد ہوتا ہے تو وہ اس کے مالک سے زمین یا مکان حاصل کرتا ہے اور وہ جب تک چاہے وہاں رہ سکتا ہے۔ جب بھی وہ گاؤں چھوڑتے ہیں، اگر وہ گھر........ کے شاملات کا ہے یہ اس مالک کے قبضے میں آتا ہے .......... غیر مالکان کے گھروں کے بارے میں ............ مالکان کی رضامندی کے بغیر رہائشی مکانات کو فروخت کرنے یا گروی رکھنے، سامان ہٹانے یا پکے ہوئے اینٹوں کے گھر

کی تعمیر کا کوئی روایتی حق نہیں ........... اگر کوئی شخص وراثت کے بغیر فوت ہو جائے تو اس کا گھر اس جائداد کے مالک کے قبضے میں چلا جاتا ہے جس میں وہ قائم ہے۔

میتڈ یکنٹس کا ذکر جائیداد کے شاملات میں آباد غیر مالکوں کی اقسام میں سے ایک کے طور پر کیا جاتا ہے۔ان دفعات سے یہ واضح ہے کہ فقیرہ، جو ایک غیر مالک ہے، کو اس جگہ پر ایسا کوئی حق حاصل نہیں تھا جو اسے اس کا کرایہ دار بنا دے۔اسے صرف اس پر قبضہ کرنے اور ایک گھر تعمیر کرنے کا حق تھا جو، تاہم، مالک کی رضامندی سے ہی قابل منتقل کے قابل تھا۔

لہٰذا دفعہ 18 کی ذیلی دفعہ (1) کی دفعات فقیرہ کے حق پر لاگو نہیں ہوتیں اور اس لیے واجب العرض کی ان شقوں پر حد سے تجاوز نہیں کر سکتیں جن کے مطابق ان کے گھر میں رہنے کا حق اس وقت ختم ہو گیا جب انہوں نے پاکستان ہجرت کے بعد گاؤں چھوڑ دیا۔

مدعا علیہ کے وکیل نے مزید کہا ہے کہ ایکٹ کی دفعہ 18 کے علاوہ فقیرہ کا گھر میں رہائش کا حق محافظ کے پاس ہو گا کیونکہ تقسیم کے بعد اس کا گاؤں سے پاکستان ہجرت کرنا واجب العرض کی دفعات کے مطابق ترک کرنے کے مترادف نہیں ہے۔عرض کیا جاتا ہے کہ واجب الارض رضا کارانہ طور پر ترک کرنے پر غور کرتا ہے نہ کہ طاقت کے تحت ترک کرنے پر۔ ہمیں اس دلیل کو قبول کرنا مشکل لگتا ہے۔ترک کرنا رضا کارانہ ہے، حالانکہ ترک کرنے کی خواہش ان حالات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جن پر فقیرہ کا کوئی کنٹرول نہیں تھا۔انہوں نے گاؤں چھوڑ دیا اور ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ یہی بہتر کام ہے۔ یہ نکتہ بھی ہائی کورٹ کے سامنے نہیں اٹھایا گیا۔

ایسوسی ایٹڈ ہولڈ آف انڈیا بمقابلہ آر این کپور ((1960) 1ایس سی آر 368، 385) کے انحصار کے طور پر رپورٹ کیے گئے معاملے میں اس دلیل کی حمایت کرنے کے لئے رکھا گیا ہے کہ فقیرا اس مقدمے میں زمین کا کرایہ دار تھا نہ کہ لائسنس یافتہ۔ ہمیں نہیں لگتا کہ یہ کیس اس دلیل کی تائید کرتا ہے۔اس معاملے میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی گئیں تا کہ اس بات کا تعین کیا جا سکے کہ آیا کوئی دستاویز لائسنس بناتی ہے یا لیز دیتی ہے:

(1) اس بات کا تعین کرنے کے لئے کہ آیا کوئی دستاویز لائسنس یا لیز بناتی ہے، دستاویز کے مادہ کو فارم پر ترجیح دی جانی چاہیئے۔

(2) اصل امتحان فریقین کا ارادہ ہے کہ آیا وہ لیز یا لائسنس بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

(3) اگر دستاویز جائیداد میں دلچسپی پیدا کرتی ہے تو، یہ ایک لیز ہے، لیکن، اگر یہ صرف کسی

دوسرے کو جائیداد کا استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے، جس کا قانونی قبضہ مالک کے پاس جاری رہتا ہے، تو یہ ایک لائسنس ہے، اور

(4) اگر دستاویز کے تحت کسی فریق کو جائیداد کا خصوصی قبضہ مل جاتا ہے، تو بادی النظر میں، اسے کرایہ دار سمجھا جاتا ہے، لیکن ایسے حالات قائم کیے جاسکتے ہیں جو لیز بنانے کے ارادے کے منفی ہیں۔

واجب الارض کی شرائط، جو پہلے ہی ذکر کی جا چکی ہیں، یہ واضح کرتی ہیں کہ جس مقام پر فقیرہ آباد کیا گیا تھا، اس میں گاؤں کے مالکان کی طرف سے فقیرہ کو کوئی دلچسپی نہیں دی گئی تھی۔ اسے رہائش کے لئے اس پر قبضہ کرنے کا حق دیا گیا تھا۔ اگر وہ وارث کے بغیر فوت ہو جاتا ہے تو گھر مالکان کے قبضے میں واپس آجاتا ہے۔

مدعا علیہ کے فاضل وکیل نے مندرجہ بالا کیس کے مشاہدے کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی ہے:

درخواست گزاروں کی رضامندی سے دستاویز کے تحت اپنے مفادات منتقل کرنے کا مدعا علیہ کا حق لائسنس کے کسی بھی نظریے کو تباہ کن قرار دیتا ہے۔

اس مشاہدے سے مدعا علیہ کے کیس میں کوئی مدد نہیں ملتی کیونکہ فقیرہ میں کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی تھی اور اس لیے اس دلچسپی کی منتقلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ واجب العرض صرف اتنا ہی بیان کرتا ہے کہ مالکان کی رضامندی کے بغیر رہائشی مکانات کو فروخت کرنے یا گروی رکھنے، سامان ہٹانے یا جلے ہوئے اینٹوں کے گھروں کی تعمیر کا کوئی روایتی حق نہیں تھا۔ اس میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ غیر مالک مالک کی رضامندی کے ساتھ یا اس کے بغیر کسی کو اپنا رہائشی حق منتقل کر سکتا ہے۔ لہٰذا ہم اس دلیل سے متفق نہیں ہیں۔

مدعا علیہ کی جانب سے یہ بھی دلیل دی گئی ہے کہ فقیرہ کے پاس جو حقوق ہیں وہ محافظ کے پاس ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ 'جائیداد' کے معنی میں آتے ہیں۔ اگر وہ ایسا کرتے بھی ہیں تو واجب الارج کی دفعات کے پیش نظر ان حقوق کو ختم کر دیا جاتا ہے اور اس لیے اگر ان حقوق کو ایکٹ کی دفعہ 18 کے اطلاق کی وجہ سے نہ روکا جائے تو ان حقوق کو متولی کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ دفعہ 18 کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ فقیرہ کرایہ دار نہیں تھا۔ 1953ء میں ترمیم تک اس ایکٹ میں 'متروکہ املاک' کی اصطلاح کا مطلب یہ تھا کہ ایسی کوئی بھی جائیداد جس میں کسی متروکہ شخص کا کوئی حق یا مفاد ہو، چاہے وہ ذاتی ہو یا ٹرسٹی کے طور پر یا فائدہ اٹھانے والے کے طور پر یا کسی اور حیثیت میں اور اس میں کوئی جائیداد وغیرہ شامل ہو۔ 1950ء میں جب متروکہ وقف املاک ایکٹ نافذ ہوا تو فقیرہ کو جائیداد میں کسی بھی حیثیت میں کوئی حق حاصل نہیں تھا، لہٰذا اس

مقدمے میں جائیداد' متروکہ املاک' نہیں ہوسکتی تھی۔

آخری بات یہ ہے کہ ہمیں واجب العرض کی دفعات یا کسی بھی قانون میں عدالت کے فیصلے میں مشاہدے کی کوئی حمایت نہیں ملتی ہے:

انہوں نے کہا، 'اگر نقل مکانی کرنے والے واپس آتے تو وہ اس جگہ کا قبضہ لینے کا مطالبہ کر سکتے تھے، اور اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ حق ختم ہوگیا ہے۔حق صرف اسی صورت میں ختم ہوتا ہے جب قبضہ کرنے والا واپس لوٹنے کے ارادے کے بغیر مستقل طور پر گاؤں چھوڑ دے... "

یہ کسی کا معاملہ نہیں تھا کہ فقیرہ اور اس کا بیٹا عارضی طور پر گاؤں چھوڑ کر چلے گئے تھے اور واپس آنے والے تھے۔جواب دہندگان 1 سے 3 کے تحریری بیان کے پیراگراف 5 میں کہا گیا تھا کہ فقیرہ نے تقسیم کے وقت 1947 میں ہی گھر چھوڑ دیا تھا۔ پورا معاملہ یہ تھا کہ فقیرہ ہجرت کر کے پاکستان آگئی تھی اور گاؤں چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

لہٰذا ہماری رائے ہے کہ فقیرہ کے پاس زمین پر ایسا کوئی حق نہیں تھا جو متولی کے پاس ہو اور اس لیے مقدمے میں موجود جائیداد' متروکہ املاک نہیں ہے۔لہٰذا ہم تمام اخراجات کے ساتھ اپیل کی اجازت دیتے ہیں اور عدالت کے حکم کو کالعدم قرار دیتے ہوئے درخواست کی اجازت دیتے ہیں اور متولی جنرل کے 17 جون 1952 کے اس حکم کو کالعدم قرار دیتے ہیں جس میں مقدمہ میں جائیداد کو متروکہ وقف املاک قرار دیا گیا تھا۔

اپیل کی اجازت ہے۔

Sheikh Javiad Alam
2024.05.09 16:07
I am the author of this document